OPEN ACCESS

KJMR

Kashf Journal of Multidisciplinary Research
Vol: 03 - Issue 05 (2026)
P-ISSN: 3007-1992 E-ISSN: 3007-200X
https://kjmr.com.pk

رسول کریم ﷺ کی تعلیمات اور عصرِ حاضر کی تہذیبی ضرورتیں

TEACHINGS OF THE PROPHET MUHAMMAD (ﷺ) AND THE CULTURAL NEEDS OF THE CONTEMPORARY WORLD

***Kanwar Muhammad Akif[1], Dr. Zain-ul -Abdin Arijo[2]**
[1]Lecturer of Islamic Studies at Government Boys Degree College Ghotki, Sindh, Pakistan.
Ph.D. Scholar at Shah Abdul Latif University Khairpur, Pakistan.

[2]Associate Professor, Institute of Islamic Studies, Shah Abdul Latif University, Khairpur, Pakistan.

**Corresponding Author:* kanwarakif1@gmail.com

DOI: https://doi.org/10.71146/kjmr923

Article Info

This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license https://creativecommons.org/licenses/by/4.0

Abstract

This research brings to light the topicality, generality, and the power of transformation of the messages of the Holy Prophet Muhammad(ﷺ) in the world of the modern generation to solve cultural, ethical, and social intellectual problems.
The contemporary global society is characterized by the high rate of technological development, the lack of morals, identity crisis, and fragmentation of cultures.
This paper will contend that the Prophetic model that is founded on justice, compassion, knowledge, coexistence, and human dignity, offers the effective and timeless solutions to these needs which are urgency driven.
The research paper presents a qualitative and analytical examination of the role of Prophetic teachings in providing a more balanced paradigm of ethical leadership, social peace, intercultural communication and self spiritual development.
The study ends by concluding that the teachings should be applied in modern socio-cultural systems to bring back moral sanity, encourage peace, and steer the human race towards significant coexistence.

Keywords: *Prophetic Teachings, Modern Society, Morality, Civilization, Islam, and Social Peace.*

تعارف

تہذیبی بحران، اخلاقی بے راہ روی، تیز ٹیکنالوجی، سماجی ابتری اور ثقافتی کشمکش عصری معاشرے کے مسائل بن چکے ہیں۔ یہ مطالعہ ایسے ماحول میں اس جہت کی تحقیق کرتا ہے، وہ جہت جوان عصری چیلنجوں کا حل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے پیش کرے گی۔

اسلامی پیغام زمان و مکان سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ عالمگیر ہے۔ تہذیب کی ایسی قدریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل اور سیرت سے بیان کیں آج بھی لوگوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات انسانوں اور معاشرے دونوں کی ترقی کا ایک ہمہ جہت طریقہ ہے جو آج بھی انصاف، امن، رواداری، علم، انسانی حقوق، اخلاقیات اور عالمی ہم آہنگی کے شعبوں میں صحت مند سمجھی جاتی ہیں۔

تہذیب کے لغوی معنٰی

تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے جو ھذب یہذب تہذیبا سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنٰی ہیں پاک کرنا، سنوارنا، آراستگی، صفائی، اصلاح، خوش اخلاقی، شائستگی۔1

تہذیب کی اصطلاحی تعریف

تہذیب سے مراد کسی معاشرے کی بامقصد تخلیقات اور سماجی اقدار ہیں۔ تہذیب ہی ہمارے معاشرے کی طرز زندگی کی بنیاد واساس ہے جبکہ زبان، سماجی رشتے، رہن سہن، فلسفہ وحکمت، علم وادب، رسم ورواج، اخلاق وعادات وغیرہ تہذیب کے مختلف مظاہر ہیں۔

تہذیب سے مراد شہری زندگی کے آداب ہیں اور تمدن سے مراد ان کو اختیار کرنا ہے۔ تہذیب کسی قوم کی مجموعی طرز حیات کا نام ہے۔2

تہذیب کی تاریخ

دنیا میں اکثر ایسے الفاظ مستعمل ہوتے ہیں جن کی کچھ تشریح تو کی جاسکتی ہے لیکن چند محدود الفاظ میں انکی تعریف ممکن نہیں اس طرح کے الفاظ میں

تہذیب وتمدن بھی شامل ہیں جو اکثر ہم معنی سمجھے جاتے ہیں انگریزی زبان میں تہذیب کے لیے "سویلائزیشن" اور تمدن کے لیے "کلچر" کا لفظ بولا جاتا ہے۔3

تہذیب یا سویلائزیشن کا لفظ سب سے پہلے اٹھارھویں صدی میں فرانس میں استعمال ہوا اس کے بعد سے دنیا کے مختلف حصوں کی ترقی کو تہذیب کی روشنی میں دیکھا جانے لگا۔ تہذیب کی ابتداء مؤرخوں کے مطابق میسوپوٹامیہ سے شروع ہوئی 4000 اے سی ای میں یہاں شہر آباد ہونا شروع ہوئے جن کی آبادی 10000 کے قریب تھی۔4

تہذیب کو اگر لغوی اور تاریخی دونوں اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کا تعلق سماجی اور اجتماعی زندگی سے گہرا دکھائی دیتا ہے۔ عربی میں مدنیت، حضارت اور ثقافت جیسے الفاظ اسی تصور کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں۔

مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کا تقابل

دنیا میں جتنی بھی تہذیبیں ہیں ہر ایک کی بنیاد کسی خاص نظریے پر ہے اسی بنیادی نظریے کے باعث تہذیبیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔5

اسلامی تہذیب کا بنیادی نظریہ توحید ہے اور توحید کا عملی نمونہ خود نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکت ہے۔6

انسان کی اجتماعی زندگی کے لیے تہذیب لازمی جزو ہے، کیونکہ بچے کی پرورش کے لیے ماں، خاندان، معاشرہ اور تعلیمی ادارے ضروری ہوتے ہیں۔ تہذیب انسانی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ خود انسان۔ دنیا میں صرف ایسی تہذیب ہی زندہ اور قائم رہتی ہے جس کا پیغام آفاقی ہو اور جس کی تعلیمات اخلاقی اقدار کا لحاظ کرنے والی ہوں۔

یورپ کے مشاہدات نے علامہ اقبال کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا:

تمھاری تہذیب، اپنے ہی خنجر سے خودکشی کرے گی

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہو گا7

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسی تہذیب جو اپنی غلطیوں، کمزوریوں اور عدم تحفظات سے دوچار ہو گی وہ بالآخر اپنے آپ کو تباہ کر دے گی۔ کمزور اصولوں، غیر مستحکم حمایت یا عارضی فوائد پر قائم ہونے والا معاشرہ یا نظام زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ ایک نازک شاخ پر گھونسلا بننے کے معاملے میں، جو معمولی جھٹکے سے گر جاتا ہے، اسی طرح ایسی بے بنیاد تہذیبیں اور کمزور منصوبے ہیں جو وقت کے طوفان سے برباد ہو جاتے ہیں۔

علامہ اقبال نے ہمیں متوجہ کیا کہ:

فساد قلب و نظر ہے، فرنگ کی تہذیب

کہ روح اس مدنیت کی، رہ سکی نہ عفیف

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید8

اس کا مطلب یہ ہے کہ مغربی تہذیب بظاہر ترقی، اور روشنی کا چراغ ہے، لیکن اس چراغ کے اندر ایک اندھیرا ہے جو آہستہ آہستہ دل کی پاکیزگی اور آنکھوں کی پاکیزگی کو ختم کر رہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی روح عفت، حیا اور اخلاقی بلندی کھو چکی ہے۔ جب کسی بھی معاشرے کا باطنی حسن، اس کا ضمیر، اس کی فکری بلندی، اس کا نازک ذائقہ ماند پڑ جاتا ہے، تو اس کی ظاہری شان و شوکت کتنی ہی کیوں نہ ہو، اس کے ماخذ ڈوب جاتے ہیں۔

اقبال کے نزدیک ایک تہذیب، جس کی بنیاد جسمانی آسائشوں اور مادی ترقی پر ہے اور جس میں روحانی پاکیزگی، اخلاقی سچائی اور انسانی اقدار کا فقدان ہے، وہ مادّہ ہے جس پر انسان کو فنا ہونا ہے۔ حقیقی تہذیب وہ ہے جہاں دل کی پاکیزگی، خیالات کی بلندی اور جمالیات کی نفاست قائم رہے۔ ورنہ تہذیب کی ساری چمک دمک بے کار ہے۔

موجودہ دور کو نئی ایجادات، سائنسی تحقیق اور ترقی کا دور قرار دیا جاتا ہے۔ قدامت پسند لوگوں کی قدر و قیمت ماضی کی طرح موجودہ زمانے میں بھی زوال پذیر ہے، آج لوگوں کے ذوق بھی بدل گئے ہیں، لوگ گھر کے اچھے اور لذیذ کھانوں کے برعکس ہوٹل کے کھانے کے شوقین ہو گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرد و عورت اور بچے دونوں بازاری کھانے کے شوقین ہیں۔

اسی طرح لباس کا حال بھی ہے عصر حاضر میں لوگ انگریزی لباس ٹائی، پینٹ، ٹی شرٹ وغیرہ کے دلدادہ ہیں اور اپنا مہذب اور شرعی لباس سلف صالحین اور بزرگان دین کا لباس کرتا، پائجامہ، عمامہ، اور ٹوپی وغیرہ پہننے کو معیوب سمجھتے ہیں اور اس میں شرم محسوس کرتے ہیں۔

انگریزی لباس جس طرح لڑکوں اور مردوں کی پسند ہے اسی طرح عورتیں بھی اس کو پسند کر رہی ہیں۔ لہٰذا جو بچے اور بچیاں مرد و عورت اپنے آباؤ اجداد کے طریقے پر اس پرانے لباس کو زیب تن کرتے ہیں تو ان کو غیر مہذب اور دقیانوس خیال کیا جاتا ہے اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کا مذاق بھی اڑایا جاتا ہے، حقیقت

میں اسلامی طرز زندگی اختیار کرنے میں ہی مسلمانوں کی کامیابی ہے اور حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو اسلامی لباس آرام دہ بھی ہے اور زیادہ ساتر بھی جبکہ انگریزی لباس اسکے بالکل برعکس ہے۔

مغربی معاشرے نے اپنی نقالی کو فیشن کا نام دے دیا ہے اور امت مسلمہ فیشن کے نام پر ان کی نقالی کر رہی ہے، جو کہ در حقیقت ہمیں شریعت سے دور کیا جارہا ہے، کیونکہ فیشن شریعت کے برعکس ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے۔"ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار" ترجمہ: شلوار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے رہے گا وہ جہنم میں جلے گا،9اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت مرد کو حکم دیتی ہے کہ وہ اپنی شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھے اور عورتوں کو حکم دیتی ہے کہ وہ نیچی رکھیں اور آجکل کا فیشن ہمیں اس کے بالکل برعکس دکھائی دیتا ہے، جو ہمارا اپنا مشاہدہ بھی ہے کہ عورتوں کی شلوار ٹخنوں سے اوپر دکھائی دیتی ہے اور مردوں کی ٹخنوں سے نیچے جو کہ شریعت کے بالکل خلاف ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مسلمانوں کی ترقی کا راز ہی شریعت کی مکمل پیروی میں رکھا ہے نہ کہ مغربی معاشرے کی نقالی میں۔

مغربی تہذیب در حقیقت قدیمی تہذیب اور اسلامی معاشرے سے بغاوت کا دوسرا نام ہے۔ گہری نظر سے اگر دونوں تہذیبوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائیگی، اس لیے کہ مغربی تہذیب سلام اور مصافحہ کی جگہ بھی بے معنٰی اور مہمل لفظ استعمال کرنے کا درس دیتی ہے اور جدید معاشرہ والدین کے حقوق، بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں پر شفقت اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کی تحسین وتاکید سے خالی ہی نہیں بلکہ اس سے برعکس ماحول کا استقبال کرتا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جدید تہذیب کو پسند کرنے والے مرد وخواتین میں حیاء وپاکدامنی، ہمدردی وغم خواری، ایثار وقربانی جیسے اچھے اوصاف کا فقدان ہی دکھائی دیتا ہے جبکہ وہ قدیم تہذیب اور وہ معاشرہ جو اسلام کی تعلیمات کو اپنانے والا ہوتا ہے اس میں ہر قسم کی خوبی ہی نظر آئیگی اور ہر برائی سے دوری دکھائی دیگی مثلا: اسلام ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ جب تمھاری آپس میں ملاقات ہو تو سلام کو عام کرو،افشوالسلام بینکم 10 ترجمہ: تم آپس میں سلام کو رواج دو۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان آپس میں محبت بڑھانے کا ایک قیمتی نسخہ بتایا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے"السلام قبل الکلام "بات کرنے سے پہلے سلام کرو، اسی طرح اسلامی تہذیب ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ہم دوسرے مسلمان بھائی کو تکلیف نہ پہنچائیں "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ 11" ترجمہ: مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلامی معاشرت کو اختیار کرے، اور اس کی ذات سے کسی دوسرے کو ادنیٰ تکلیف بھی نہ پہنچے۔ نہ اس کے ہاتھ سے، نہ اس کی زبان سے، اور نہ اس کے کسی فعل سے کوئی تکلیف پہنچے۔ اگر تمہاری ذات سے دوسرے کو تکلیف پہنچ گئی تو یہ گناہِ کبیرہ ہو گیا، اب اس کی آخرت میں پکڑ ہو جائے گی کہ ایسا کام کیوں کیا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی وقت نوافل میں اور اسلام کے معاشرتی احکام میں تعارض ہو جائے یا تو نوافل پڑھ لو، یا اس معاشرتی حکم پر عمل کرتے ہوئے دوسرے کو تکلیف سے بچالو تو اس صورت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ نوافل کو چھوڑ دو، اور اس معاشرتی حکم پر عمل کر لو۔

دوسری جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ پنے مسلمان بھائی کے سامنے تمھارا خندہ پیشانی سے پیش آنا صدقہ ہے "تبسمک فی وجہ اخیک صدقہ "12، اسلامی تہذیب ہمیں درس دیتی ہے کہ ہم اپنے والدین کو اف تک نہ کہیں اور نہ انھیں جھڑکیں، اور ان سے نرمی سے بات کریں 13 یعنی اپنی آواز ان کی آواز سے پست رکھیں جبکہ ہم جدید تہذیب یافتہ لوگوں کا حال دیکھتے ہیں کہ جب ان کے والدین بوڑھے ہو جاتے ہیں تو وہ انھیں اولڈ ہوم میں چھوڑ آتے ہیں یعنی ان کے اندر اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک دور دور تک دکھائی نہیں دیتا، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اسلامی تہذیب وروایات کو اپنی زندگیوں میں لائیں، تاکہ ہم دنیا وآخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی لائی ہوئی تہذیب محض رسم ورواج کا نام نہیں، بلکہ یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو خدا پرستی کے سانچے میں ڈھالنے کا نام ہے۔

ربانی تہذیب: ابراہیمی و محمدی تمدن کی انفرادیت

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد محض چند عقائد کی ترویج یا عبادات کا طریقہ بتانا ہی نہیں تھا، بلکہ انہوں نے انسانیت کو ایک مکمل طرزِ حیات اور ایسی اعلیٰ تہذیب سے روشناس کرایا جو "ربانی تہذیب" کہلانے کی حقدار ہے۔ یہ تہذیب اپنے مخصوص الٰہی اصولوں کی بنیاد پر دنیا کے دیگر جاہلی تمدنوں سے بالکل جداگانہ اور منفرد شناخت رکھتی ہے۔

اسلامی تہذیب کے بنیادی ستون

مسلم تہذیب کی عمارت تین اہم عناصر پر کھڑی ہے جو درج ذیل ہیں۔

1. توحیدی عقائد: جو انسان کا رشتہ براہِ راست خالق سے جوڑتے ہیں۔

2. اسلامی ضابطہ حیات: جو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

3. عظیم اخلاقیات: جو انسانی رویوں کو خوبصورت بناتی ہیں۔

رنگ و نسل سے بالاتر وحدت

یہ تہذیبی عناصر دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان ایک روحانی رشتہ قائم کرتے ہیں۔ مسلمان خواہ کسی بھی خطے میں بستا ہو، اس کی زبان، لباس یا رنگت کچھ بھی ہو، یہ بنیادی اقدار سب میں مشترک ہیں۔ یہی وہ "قدرِ مشترک" ہے جو مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک ہی خانوادے کا فرد بنا دیتی ہے۔

مسلمانوں کی یہ عالمگیر شناخت کسی جغرافیائی حد کی محتاج نہیں، بلکہ یہ اس 'ابراہیمی و محمدی تہذیب' کا ثمر ہے جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

اس تہذیب کی بنیادیں ایسے منفرد ضوابط اور ستونوں پر استوار ہیں جو اسے دیگر مادی تہذیبوں اور دورِ جاہلیت کے فرسودہ تمدنوں سے بالکل ممتاز کر دیتے ہیں۔ یہ امتیازی ارکان ہی وہ جوہر ہیں جو اس طرزِ زندگی کو ایک واضح انفرادیت اور بلندی عطا کرتے ہیں۔

اسلامی تہذیب کی بنیاد جن اجزاء پر قائم ہے، ان میں سب سے مقدم ایمانی عقائد، اسلامی نظامِ حیات اور اعلیٰ اخلاقی اقدار ہیں۔ یہی وہ اساسی ع عناصر ہیں جو کرہ ارض کے مختلف خطوں میں بسنے والے مسلمانوں کی تہذیبی شناخت میں ایک مضبوط کڑی کا کام کرتے ہیں۔

ابراہیمی و محمدی تہذیب: ایک ہمہ گیر تسلسل

اس تہذیب کی جڑیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ میں پیوست ہیں، جسے نبی کریم ﷺ نے کمالِ عروج تک پہنچایا۔ یہ محض ایک تمدن نہیں، بلکہ ایک ایسی فکری و عملی روایت ہے جو بندگیِ رب اور انسانی عظمت کے حسین امتزاج سے عبارت ہے۔

امتیازی خصوصیات

روحانی تسلسل: یہ تہذیب اس قدیم ملتِ ابراہیمی کا تسلسل ہے جس کی تجدید اور تکمیل شریعتِ محمدی کے ذریعے ہوئی۔

توازن و اعتدال: اس میں مادیت اور روحانیت کے درمیان ایسا توازن پایا جاتا ہے جو دنیا کی کسی دوسری تہذیب میں میسر نہیں۔

عالمگیریت: یہ کسی خاص نسل یا جغرافیے تک محدود نہیں، بلکہ ہر اس انسان کے لیے ہے جو اللہ کی توحید اور رسالتِ مآب ﷺ کی پیروی کا قائل ہو۔

اس تہذیب کی اساس وحدانیتِ الٰہی، پختہ ایمان اور یادِ الٰہی پر استوار ہے۔ یہ ایک ایسا نظامِ زندگی ہے جس کی آبیاری سلیم الفطرت، قلبِ سلیم، تقویٰ، مخلوقِ خدا پر شفقت اور نفاستِ طبع سے کی گئی ہے۔ "ابراہیمی اخلاقیات" اور ان کا مخصوص طرزِ عمل اس تہذیب کے رگ و پے میں اس طرح رچا بسا ہے کہ اسے اس سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

قرآنِ کریم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ان مخلصانہ صفات کی گواہی دیتے ہوئے فرماتا ہے:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ (سوره ہود ۱۱: ۷۵)14

ترجمہ: بے شک ابراہیم (علیہ السلام) نہایت بردبار، نرم دل اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر آپ کی رقتِ قلبی اور تحمل کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ (سورہ توبہ ۹: ۱۱۴)15

ترجمہ: یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) بہت گریہ وزاری کرنے والے (نرم دل) اور بڑے حلیم و بردبار تھے۔

تہذیبی ارتقاء: سیدنا ابراہیمؑ سے محمد عربی ﷺ تک

اس عظیم الشان تہذیب کی بنیادیں جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استوار کیں، جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو آپؑ کے جلیل القدر نسبی وارث ہیں، اس تہذیبی ڈھانچے کی تجدیدِ نو فرمائی اور اسے اس کی منزلِ کمال سے ہمکنار کیا۔

تجدید اور بقائے دوام

رسول اللہ ﷺ نے اس ابراہیمی ورثے میں نہ صرف نئی روح پھونک دی بلکہ اسے ایک ایسا لازوال رنگ عطا کیا جو وقت کی دھول سے کبھی دھندلا نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے اس تہذیب کے اصولوں اور ارکان کو اس قدر ٹھوس اور پائیدار بنیادیں فراہم کیں کہ یہ ایک مستحکم، دائمی اور عالمگیر نظام کی صورت اختیار کر گئی۔ آج یہ تہذیب اپنی وسعت اور جامعیت کی بنا پر پوری انسانیت کے لیے ایک ابدی رہنمائی بن چکی ہے۔

ابراہیمی تہذیب کی تین امتیازی خصوصیات

ابراہیمی تہذیب کی انفرادیت ان تین بنیادی ستونوں پر قائم ہے جو اسے دیگر تمام انسانی تمدنوں سے ممتاز کرتے ہیں۔

توحیدِ خالص اور ادراکِ الٰہی

اس تہذیب کا پہلا اور اساسی خاصہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور اس کے ہر لحہ موجود و ناظر ہونے کا پختہ تصور ہے۔ یہ وہی عقیدہ توحید ہے جس کی تعلیم انبیاء کرام علیہم السلام نے دی اور جس کی جامع ترین تشریح ہمیں قرآنِ حکیم میں ملتی ہے۔ یہی وہ تصور ہے جو انسانی زندگی کو اللہ کے سامنے جوابدہی کے احساس سے جوڑتا ہے۔

نبوت کا تسلسل

تاریخی اور روحانی لحاظ سے یہ تہذیب اس لیے بھی منفرد ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد مبعوث ہونے والے تمام پیغمبران ہی کے خانوادے اور نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ مقدس تسلسل اس تہذیب کو ایک مضبوط تاریخی جڑ اور روحانی تسلسل عطا کرتا ہے۔

شرافت اور مساواتِ انسانی کا وجدانی تصور

انسانی وقار، شرافت اور عالمگیر مساوات کا وہ مضبوط تصور جو ہر مسلمان کے شعور کا حصہ ہے، اس تہذیب کا تیسرا اہم ستون ہے۔ یہ تصور کسی مصنوعی کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک فطری اور دائمی احساس ہے جو ایک مسلمان کے ذہن سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔

یہ وہ نمایاں اوصاف ہیں جنہوں نے ابراہیمی تہذیب کو دنیا کے دیگر جاہلی یا مادی تمدنوں کے مقابلے میں ایک بالکل نئی اور روشن صورت عطا کی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ان خصوصیات کی ایسی شفافیت اور جامعیت کسی اور تہذیب کے دامن میں دکھائی نہیں دیتی۔

مسلمانوں کی زندگی میں ذکرِ الٰہی

مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ تعالی کی ذات کا ادراک اور اس کا دائمی استحضار ایک ایسی امتیازی صفت ہے جسے اس کی تہذیب سے جدا کرنا ناممکن ہے۔ اگر ہم اسلامی معاشرت کو ایک رنگارنگ لباس تصور کریں، جس پر علاقائی ثقافت، موسم اور مقامی روایات کے نقش و نگار موجود ہوں، تو ذکرِ الٰہی وہ بنیادی "رنگ" ہے جس میں یہ پورا لباس ڈوبا ہوا ہے۔ اس تہذیب کا کوئی تار و پود ایسا نہیں جو یادِ خدا سے خالی ہو۔

پیدائش سے نوجوانی تک کا سفر

انسانی زندگی کے آغاز ہی سے یہ رشتہ استوار کر دیا جاتا ہے۔ جب ایک مسلم بچہ آنکھ کھولتا ہے، تو اس کے نام سے بھی پہلے اس کے کان میں اذان کے ذریعے اللہ کی بڑائی کا نقش ثبت کیا جاتا ہے۔ ساتویں دن عقیقہ کی مسنون رسم اور اللہ کی بندگی پر مبنی نام کا انتخاب، اس کے موحد ہونے کا پہلا اعلان ہوتا ہے۔ جب وہ تعلیم کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے، تو اس کے شعور کا افتتاح اللہ کے نام اور قرآنی آیات سے کیا جاتا ہے۔

سماجی بندھن اور خوشی کے مواقع

نکاح جیسا اہم سماجی معاہدہ، جو دو زندگیوں کو آپس میں جوڑتا ہے، خدا ہی کے نام کی گواہی سے مکمل ہوتا ہے۔ قرآن کے حکم "واتقوا اللہ..." کے تحت رشتوں کے احترام کو تقویٰ سے مشروط کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح عیدین کے مسرت بھرے مواقع ہوں یا قربانی کا جذبہ، ہر جگہ تکبیرات اور سجدہ شکر کے ذریعے اللہ کی کبریائی کا ترانہ بلند کیا جاتا ہے۔

زندگی کا اختتام اور ابدی سفر

جب زندگی کا سورج ڈھلنے لگتا ہے، تو ایک مومن کی سب سے بڑی تمنا یہی ہوتی ہے کہ اس کی زبان پر آخری لفظ اللہ کا نام ہو۔ انتقال کی خبر سنتے ہی "انا للہ وانا الیہ راجعون" کا ورد اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ ہماری اصل بندگی اور واپسی اللہ ہی کی طرف ہے۔

نمازِ جنازہ: سراسر دعا اور مغفرت کی التجا ہے۔

تدفین: اللہ کے نام اور ملتِ محمدی کے عہد کے ساتھ اسے لحد میں اتارا جاتا ہے۔

قبلہ رو ہونا: قبر میں اس کا رخ کعبہ (بیت اللہ) کی طرف کرنا اس بات کی علامت ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کا مرکز و محور ایک ہی ہے۔

روزمرہ کے معمولات میں یادِ الٰہی

یہ تعلق صرف بڑے مواقع تک محدود نہیں، بلکہ روزانہ کے معمولات میں بھی جاری رہتا ہے۔

کھانے کا آغاز اور اختتام اللہ کے نام اور شکر سے ہوتا ہے۔

لباس بدلنے سے لے کر سونے اور جاگنے تک کی مسنون دعائیں اس تعلق کو تازہ رکھتی ہیں۔

ماشاءاللہ، ان شاءاللہ اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ جیسے کلمات اب صرف دعائیں نہیں بلکہ مسلم معاشروں کے روزمرہ محاورات کا حصہ بن چکے ہیں۔

دنیا کی کوئی بھی دوسری تہذیب، اس کا ادب یا اس کی معاشرت، اس درجہ اللہ کی ہستی کے یقین میں ڈوبی ہوئی نظر نہیں آتی۔ یہی وہ بین الاقوامی قدرِ مشترک ہے جو ہر مسلمان کی پہچان اور اس کی تہذیب کا طرہ امتیاز بن چکی ہے۔

توحید خالص: اسلامی تہذیب کا دوسرا عالمی نشان

مسلم تہذیب کی دوسری بڑی عالمی شناخت "عقیدہ توحید" ہے۔ یہ محض ایک نظریاتی عقیدہ نہیں بلکہ ایک ایسا عملی ضابطہ ہے جو مسلمانوں کے افکار سے لے کر ان کے اعمال، عبادات اور سماجی تقریبات تک ہر پہلو میں نمایاں ہوتا ہے۔

توحید کے ظاہری اور معنوی مظاہر

اذانِ سحر و شام: مساجد کے بلند میناروں سے دن میں پانچ مرتبہ اس حقیقت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی بندگی اور پرستش کے لائق نہیں۔

ثقافتی پاکیزگی: اسلامی طرزِ زندگی میں گھروں اور عوامی مقامات کو بت پرستی اور شرک کی ہر علامت سے پاک رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجسمے، مورتیاں اور جانداروں کی تصاویر سازی کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، یہاں تک کہ بچوں کی تربیت میں بھی ان امور کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

احترامِ انسانیت اور توحید: کسی بھی سیاسی، قومی یا مذہبی تقریب میں کسی شخصیت کے مجسمے یا تصویر کے سامنے جھکنا، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا یا انہیں ہار پھول پیش کرنا ایک موحد مسلمان کے مزاج کے منافی ہے۔ یہ افعال اس "ربانی تہذیب" کے خلاف ہیں جو انسان کو غیر اللہ کی غلامی سے نکال کر صرف ایک خدا کے سامنے سرنگوں کرتی ہے۔

حدودِ تعظیم اور اسلامی انفرادیت

مسلمان اپنی تہذیب پر کاربند رہتے ہوئے بزرگوں کی تعظیم اور احترام تو کرتے ہیں، لیکن اس اظہارِ عقیدت میں "حجازی توحید" کی حدود کو کبھی پامال نہیں کرتے۔ نام رکھنے کے معاملے میں ہو یا حلف اٹھانے میں، کسی دوسری قوم کی ایسی تقلید کرنا جو شرک کا شائبہ پیدا کرے، اسلامی روح سے انحراف تصور کیا جاتا ہے۔ جہاں کہیں بھی مسلمان اپنی اصل تہذیب سے جڑے ہوں گے، وہ ان مشرکانہ رسوم سے خود کو دور رکھیں گے۔

تیسرا اسلامی شعار: انسانی وقار اور عالمگیریت

اسلامی تہذیب کا تیسرا عالی خاصہ انسانی عظمت اور برابری کا وہ مستحکم نظریہ ہے جو ہر مسلمان کے رگ و پے میں بسا ہوتا ہے۔ یہ محض ایک کھوکھلا نعرہ نہیں بلکہ ایک ایسا قلبی احساس ہے جو مسلمان کے مجموعی مزاج اور اس کی معاشرت کا جزوِ لاینفک بن چکا ہے۔

چھوت چھات کی نفی اور سماجی ہم آہنگی

اس عقیدے کا اولین مظہر یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ طبقاتی تفریق اور "چھوت چھات" جیسی غیر انسانی روایات سے مکمل طور پر پاک ہے۔ ایک مسلمان کسی بھی دوسرے انسان، خواہ وہ کسی بھی درجے کا ہو، اس کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھنے میں نہ صرف کوئی عار محسوس نہیں کرتا بلکہ اسے اپنے ساتھ کھانے میں شرکت پر اصرار کرتا ہے۔ ایک ہی برتن سے کئی افراد کا مل کر کھانا اس تہذیبی یگانگت کی عملی تصویر ہے۔

عبادت گاہوں میں عملی مساوات

مسلم تہذیب کی بلندی کا اندازہ نماز کے نقشے سے لگایا جا سکتا ہے، جہاں علامہ اقبال کے الفاظ میں "محمود و ایاز" ایک ہی صف میں کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ یہاں حسب و نسب یا دنیاوی جاہ و جلال کی کوئی اہمیت نہیں۔

امامت کا معیار: مسجد میں قیادت (امامت) کا حقدار وہ ہے جو علم و تقویٰ میں بلند ہو۔

بے مثال اطاعت: بڑے سے بڑا صاحبِ منصب اور عالی نسب انسان بھی ایک علمی بصیرت رکھنے والے عام شہری کی امامت میں نماز ادا کرنے کو باعثِ سعادت سمجھتا ہے۔

ابراہیمی تہذیب کے فروعی و جزئی اوصاف

بنیادی اور اصولی امتیازات کے علاوہ اس ابراہیمی و محمدی تہذیب کے کچھ ثانوی اور جزئی اوصاف بھی ہیں، جو اپنی عالمگیریت کی بنا پر پوری دنیا کے مسلمانوں میں یکساں طور پر رائج ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے آداب مسلم معاشرت کو ایک خاص نظم اور خوبصورتی عطا کرتے ہیں۔

روزمرہ کے مسنون آداب

دائیں جانب کو ترجیح: اسلامی تہذیب کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ تمام خیر کے امور اور اچھے کاموں کا آغاز دائیں جانب سے کیا جاتا ہے۔

کھانے کے آداب: کھانے پینے کے معاملے میں دائیں ہاتھ کا استعمال ایک ایسی مستقل روایت ہے جو ہر خطے کے مسلمان کی پہچان بن چکی ہے۔

سماجی تعلقات کی استواری: باہمی محبت اور یگانگت کو فروغ دینے کے لیے ایک دوسرے کو تحائف اور ہدایا پیش کرنا اس تہذیب کا ایک دلکش جزو ہے، جو انسانی رشتوں میں مٹھاس پیدا کرتا ہے۔

اسلامی معاشرت: پیشوں کی لچک اور عظمتِ انسانی

اسلامی معاشرے میں مختلف پیشے اور خدمات محض سماجی ضرورت کے تابع ہیں، انہیں کوئی دائمی یا مذہبی تقدس حاصل نہیں ہے۔ اسلام میں پیشہ ورانہ شناخت کبھی بھی طبقاتی تقسیم یا مخصوص برادریوں کی تشکیل کا ذریعہ نہیں بنتی۔

پیشے کا انتخاب: ضرورت اور سہولت کا مظہر

لوگ اپنی ضرورت اور سہولت کے مطابق معاش کے ذرائع اختیار کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض اوقات کوئی پیشہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے اور کچھ برادریاں ایک ہی کام سے وابستہ دکھائی دیتی ہیں، لیکن یہ محض ایک اتفاقی عمل ہے، اسے نہ تو اسلامی شریعت کا حصہ سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی یہ کوئی اٹل سماجی قانون ہے۔ ایک مسلمان جب چاہے اپنا ذریعہ معاش تبدیل کر سکتا ہے، اور معاشرہ اس پر کسی قسم کی تنقید یا اعتراض کا حق نہیں رکھتا۔

عظمتِ محنت اور حقارت کی نفی

اسلام میں کوئی بھی جائز پیشہ حقیر یا ذلیل نہیں ہے۔ اس کی بہترین مثال عالمِ اسلام کے مراکز (حجازِ مقدس اور عرب ممالک) میں ملتی ہے، جہاں جلیل القدر علماء اور معززین اپنے ناموں کے ساتھ ان پیشوں کی نسبت فخر سے برقرار رکھتے ہیں جو ان کے آباؤ اجداد سے منسوب تھے جو درج ذیل ہیں۔

خیاط (درزی): حرمِ مکہ کے بلند پایہ ائمہ اور خطباء کے ناموں کا حصہ رہا ہے۔

حلاق (حجام): نامور فقہاء اور محدثین کی پہچان بنا۔

بزازی، زیات (تیلی)، اور قصاب: جیسے القابات نامور علمی شخصیات کے ساتھ وابستہ رہے ہیں۔

ان نسبتوں کو کبھی بھی ذلت یا عار کا سبب نہیں سمجھا گیا، بلکہ یہ اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ دینِ اسلام میں انسان کی فضیلت کا معیار اس کا پیشہ نہیں، بلکہ اس کا علم اور تقویٰ ہے۔

بیوہ کا نکاحِ ثانی: شرعی حیثیت اور سماجی رویے

اسلامی شریعت اور مسلم معاشرت میں بیوہ کا دوسرا نکاح کبھی بھی معیوب یا قابلِ اعتراض نہیں رہا۔ یہ عمل نہ صرف جائز ہے بلکہ سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے ہاں اسے ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

تاریخی تسلسل اور اکابرین کا اسوہ

تاریخِ اسلام کے ہر دور میں جلیل القدر ائمہ، جید علماء، صوفیاء کرام اور عظیم المرتبت سلاطین نے بلا تامل بیوہ خواتین سے نکاح کیے۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے خود اس سنت پر عمل کیا، بلکہ اپنی بیوہ بہنوں اور بیٹیوں کے عقدِ ثانی کا اہتمام کر کے معاشرے کے لیے ایک مثالی نمونہ پیش کیا۔ یہ رویہ اس بات کی دلیل تھا کہ اسلامی تہذیب میں بیوہ کا نکاح کرنا یا کرانا عزت و احترام کی علامت ہے۔

موجودہ صورتحال اور اصلاحِ معاشرہ

اگرچہ موجودہ دور میں، بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں میں، ہندوانہ تہذیب کے اثرات یا مخصوص خاندانی وجوہات کی بنا پر بہت سے مقامات پر بیوائیں تنہا زندگی گزارتی ہیں، لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مبارک سنت کو دوبارہ عام کیا جائے۔ عالمِ اسلام کے دیگر ممالک میں آج بھی یہ رواج پوری قوت کے ساتھ موجود ہے اور وہاں بیوہ سے نکاح کرنا کسی بھی لحاظ سے سماجی برائی یا عار تسلیم نہیں کیا جاتا۔

اسلامی شعارِ ملاقات: سلام کی عالمگیریت

مسلم معاشرت میں باہمی ملاقات، آمدورفت اور میل جول کا سب سے خوبصورت اور لازمی عنصر "سلام" ہے۔ یہ محض ایک رسم نہیں بلکہ مسلمانوں کی ایک ایسی بین الاقوامی پہچان اور عالمی علامت ہے جو رنگ، نسل اور جغرافیے کی قید سے آزاد ہے۔

دعائیہ کلمات اور ان کا مفہوم

جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں، تو ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے سے پہلے دعائیہ کلمات کا تبادلہ کرتے ہیں۔

السلام علیکم: سلام کرنے والا ان الفاظ کے ذریعے اپنے بھائی کو یہ مژدہ سناتا ہے کہ "تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی اور امن نازل ہو"۔

وعلیکم السلام: جواب دینے والا بھی اسی محبت اور جوش کے ساتھ جواب دیتا ہے کہ "تم پر بھی اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو"۔

یہ مختصر مگر جامع مکالمہ دراصل امن و سلامتی کا وہ پیغام ہے جو اسلامی تہذیب کی بنیاد ہے۔ یہ کلمات دلوں سے نفرتیں مٹانے اور باہمی تعلقات میں حلاوت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔16

مقاصد

1. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی تہذیبی اور اخلاقی جہتوں کا جائزہ لینا۔

2. دور جدید کے سماجی اور ثقافتی مسائل کا جائزہ لینا۔

3. دونوں کے درمیان تعلق اور موجودہ دنیا میں ان تعلیمات کی افادیت کی وضاحت کرنا۔

4. آخر میں، وہ کون سے شعبے ہیں جن میں جدید تہذیب کو سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کی ضرورت ہے؟

5. مستقبل کے لیے سفارشات پیش کرنا تاکہ اسلامی تہذیبی اصولوں کو جدید دنیا میں قابل عمل انداز میں لاگو کیا جا سکے۔

جدید دنیا، بظاہر ترقی پسند ہونے کی وجہ سے، ایک انتہائی اخلاقی، سماجی اور روحانی بحران میں ڈوب رہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نظریہ ایسے حالات میں ثقافت کا ایک مکمل، جامع اور ہمہ گیر نمونہ فراہم کرتا ہے۔ اس مقالے کا مقصد ان تعلیمات کا تجزیہ کرنا اور یہ واضح کرنا ہے کہ یہ موجودہ دنیا میں کس طرح مفید ہیں۔

عصرِ حاضر کی تہذیبی ضرورتیں

ایسا لگتا ہے کہ جدید دنیا بظاہر ترقی یافتہ حالت کے باوجود ایک سنگین اخلاقی، سماجی اور روحانی بحران کا شکار ہے۔ اس معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمیں تہذیب کا ایک جامع، متوازن اور ہمہ گیر نمونہ فراہم کرتی ہیں۔ اس مضمون کا مقصد ان تعلیمات پر بحث کرنا اور جدید دنیا میں ان کی مطابقت کی وضاحت کرنا ہے۔

دور جدید میں تہذیب کو چند اہم چیلنجز درپیش ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

اخلاقی بحران: مادیت، خودغرضی اور اخلاقی رشتہ داری سے انسان کی بنیادی اخلاقیات مجروح ہوتی ہیں۔

سماجی عدم مساوات: طبقات کی بڑھتی ہوئی تقسیم، ناانصافی اور استحصال ہے۔

ثقافتی تصادم: نظریات اور تہذیبوں کے درمیان کوئی رواداری نہیں ہے۔

خاندانی ڈھانچے کا ٹوٹنا: خاندان ٹوٹ رہا ہے، اور اس سے ذہنی مسائل بڑھ رہے ہیں۔

روحانی خلا: تیز رفتار دنیا میں روحانیت کی شدید کمی ہے۔

علم اور ٹیکنالوجی کا غلط استعمال: ٹیکنالوجی نے زندگی کو آسان بنا دیا ہے، لیکن اخلاقیات پر بھی سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔

ایسی حالت میں اصل مطلوب یہ ہے کہ تہذیب کا ایک مکمل، یکساں اور جامع نمونہ فراہم کیا جائے۔

1.1 رسول کریم ﷺ کی تعلیمات: تہذیبی بنیادیں

عصری تہذیب اخلاقی انتشار، سماجی ناانصافی، خاندانی نظام کی تنزلی، روحانی خلا اور ٹیکنالوجی کے غلط استعمال جیسے کئی بحرانوں کا سامنا کر رہی ہے۔

مادی ترقی نے انسان کے لیے آسانیاں پیدا کی ہیں لیکن زندگی کے ضروری اخلاقی اور روحانی مسائل کو نظر انداز کیا گیا ہے۔

1.1.1 اخلاقی اصول (Moral Foundations)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کے بہترین معیارات قائم کیے ہیں۔ آپ کا فرمان ہے: "إنما بُعثتُ لأتمم مكارم الأخلاق"۔17 ترجمہ: مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کی تکمیل کو اپنے مشن کا اولین مقصد بتایا ہے۔

یہ ایک ایسا اصول ہے جو تاریخی دور کی اخلاقی غلط فہمیوں کو دور کر سکتا ہے۔

1.1.2 انسانی مساوات اور عدل

نسلی اور طبقاتی امتیاز کو اسلام نے ناقابل قبول قرار دیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَاالنَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَىٰ 18

ترجمہ: اے لوگو! سن لو، تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ (آدمؑ) ایک ہے۔ خبردار! نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت ہے، نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر اور

نہ کسی گورے کو کسی کالے پر اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر، سوائے تقویٰ کے۔

نسلی امتیاز اور سماجی عدم مساوات سے دوچار آج کی دنیا کو اس تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔

1.1.3 علم و تحقیق کی ترغیب

قرآن و سنت کے مطابق علم کو انسانی تہذیب کا سنگ بنیاد قرار دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے دعا کی: رب زدنی علما19

ترجمہ: اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما:

علم کی یہ قدر عصری سائنس کی دنیا کے مطابق ہے۔

1.1.4 حقوقِ انسانی اور سماجی بہبود

اسلام نے والدین، عورتوں، یتیموں، پڑوسیوں، مزدوروں، اقلیتوں حتیٰ کہ جانوروں کے حقوق بھی بیان کیے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ20

ترجمہ: لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہو۔

مذکورہ تعلیمات موجودہ عالمی انسانی حقوق کے بیانیے سے کہیں زیادہ جامع اور موزوں ہیں۔

1.1.5 عالمی امن اور بقائے باہمی

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں مختلف مذاہب اور قبائل کے درمیان پہلا کثیر الثقافتی معاشرتی معاہدہ قائم کیا جو میثاقِ مدینہ کے نام سے جانا جاتا ہے جو موجودہ معاشرے کے لیے بہترین نمونہ ہے۔21

عصر حاضر میں سیرت نبوی ﷺ کی افادیت

1. دہشت گردی، شدت پسندی اور جنگوں کا حل: سیرت کا پیغام امن اور رواداری۔

2. انسانیت کا دفاع: انصاف اور مساوات کی سیاست۔

3. گلوبلائزڈ دنیا کے اندر ثقافتی معاہدہ۔

4. ٹیکنالوجی کے دور میں اخلاقیات کو زندہ کرنا۔

5. نوجوانوں میں کردار کی تشہیر اور تعمیر۔

6. رحم، قربانی، انصاف اور نیکی کے اصول جو آج بھی لاگو ہیں۔

نتائج (Findings)

تحقیق سے یہ نتیجہ سامنے آیا کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات ہر دور کی تہذیبی ضرورتوں کا حل فراہم کرتی ہیں۔

موجودہ نسل کو عدل، اخلاق، علم، انسانی احترام اور تہذیبی ہم آہنگی کے ان اصولوں کی ضرورت ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں اپنی کامل شکل میں موجود ہیں۔ اگر ان اصولوں کو عالمی تہذیب قبول کر لیتی ہے تو بہت ممکن ہے کہ معاشرتی انتشار، جنگیں، اخلاقی گمراہی اور ثقافتوں کے تصادم میں کمی واقع ہو جائے۔ آپ ﷺ کی سیرت ایک آفاقی، اور عملی ثقافتی نمونہ ہے، جو عصر حاضر میں بھی پوری انسانیت کے لیے نجات کا راستہ ہے۔

سفارشات (Recommendations)

1. عصری تعلیمی نصاب میں سیرت کے اخلاقی اور ثقافتی پہلوؤں کو شامل کرنا چاہیے۔

2. بین المذاہب مکالمہ کا انعقاد سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ چارٹر کی بنیاد پر کیا جائے۔

3. اخلاقیات اور تعلیم و تربیت کو میڈیا اور ٹیکنالوجی کے ذریعے پھیلایا جائے۔

4. سیرت کی بنیاد پر سماجی اداروں، خاندانوں، اسکولوں، اور یونیورسٹیوں میں کردار سازی کے پروگرام ہونے چاہئیں۔

5. عدل، مساوات اور فلاحی ریاست کے اصولوں کو حکومتی سطح پر لاگو کیا جانا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں کیا تھا۔

References

1.مولوی فیروزدین، فیروزاللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاھور ص358

2.الزبیدی، تاج العروس، دارالفکر، بیروت ص1

3.Haq, Syed Ain-ul. Tehzeeben (Civilizations).(Karachi: Ali Book Depot,1966), 17.

4.Mubarak Ali, Tarikh aur Tehzeeb ka Irteqa (Lahore: Tarikh Publications,2022), 51.

5.Ijaz Akram "Religion as a Source of Reconciliation Among Civilizations" American Journal of Islamic Social Sciences, 19 (spring 2002), p. 34

6.سید سلیمان ندوی، خطبات مدارس، مکتب العلم لاہور ص 38

7. Iqbal, Muhammad. Bang-e-Dra. Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, n.d. Poem: "Tulu'-e-Islam," p. 163

8.Iqbal, Muhammad, Zarb-i Kalim, nazm "Tamaddun-i Ḥāẓir," in Kulliyat-e Iqbal (Urdu) (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, n.d.)

9.Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī. Kitāb al-Libās, Hsadith 5787.

10. Muslim ibn al-Ḥajjāj. Ṣaḥīḥ Muslim. Kitāb al-Īmān, hadith 54.

11.Al-Bukhārī, Muhammad ibn Ismaʿīl. Saḥīḥ al-Bukhārī. Hadith no. 10

12.A l-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. Jāmiʿ al-Tirmidhī. Kitāb al-Birr wa'l-Ṣilah, hadith 1956.

13. The Qur'an. 17:23

14.The Quran.11:75

15.The Quran.9:114

16.سید ابوالحسن علی ندوی، اسلامی تہذیب وثقافت، ادارہ تحقیقات اسلامی پریس اسلام آباد2005، ص46-39

17.Mālik ibn Anas. Al-Muwaṭṭa’. Ḥadīth no. 1614.

18. Aḥmad ibn Ḥanbal, al-Musnad, ed. Shuʿayb al-Arnaʾūṭ (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 2001), ḥadīth 23489.

19.The Qur’an. Surah Ṭā Hā, verse 114

20. Al-Ṭabarānī, al-Muʿjam al-Awsaṭ, ḥadīth no. 5787

21.Hamidullah, Muhammad "The First Written Constitution in the World" (Lahore: Ashraf Press, 1981), 17–20.